قراۃ خلف الامام کا مسئلہ اور حنفی مذہب

از قلم

مولانا ابوبکر غازی پوری

منجانب

النعمان سوشل میڈیا سروسز

محمد ابوبکر غازی پوری

قرأت خلف الامام کا مسئلہ اور حنفی مذہب

مکرمی حضرت والا سلام مسنون

خدا کرے مزاج بخیر ہو۔ زمزم کا مطالعہ پابندی سے جاری ہے ہر شمارہ نظر کشا اور افزونی بصیرت کا باعث ہوتا ہے آپ کی تحریر و تحقیق سے شبہات ختم ہو جاتے ہیں اور قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے کئی ایسے مسائل تھے جو قلب کو مشوش کئے ہوئے تھے، زمزم اور آپ کی کتابوں نے شبہات کو کافور کر دیا ہے وللہ الحمد۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں بخاری شریف میں جو کچھ فرمایا ہے آپ سے مخفی نہ ہوگا، اگر آپ امام بخاری کی باتوں کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ پر کچھ تحریر فرمادیں تو قرأت خلف الامام کے مسئلہ کے بہت سے گوشے پر بھی روشنی پڑ جائے گی اور غیر مقلدین امام بخاری کا نام لے کو جو دوسروں کو ورغلاتے ہیں اس کا بھی تدارک ہوا گا۔ والسلام

نیاز محمد، محمد حسین قاسمی

مظفر پوری وارد حال احمد نگر مہاراشٹرا

زمزم: زمزم کے اجرا کا ایک بڑا مقصد یہی تھا کہ غیر مقلدین نے عوام اور کچھ خواص کے ذہنوں میں جو شبہات کے بیج بوئے ہیں انہیں ختم کیا جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس میں زمزم

کامیاب رہا۔اور بزعم خود اتحادیوں اور متورین اور ضدی طبائع کو چھوڑ کر زمزم میں ہونے والی تحریروں کو ہر شخص نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔اگر جہل و ناواقفیت کی بنیاد پر کوئی غلط راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کی اصلاح ممکن ہے لیکن عصبیت اور ضد اور قصد و ارادہ کے ساتھ جو غلط راستہ پر چل رہا ہے اس کا علاج ناممکن ہے اس کی ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی چاہے تو ایسے شخص کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

موجودہ غیر مقلدین کا طبقہ اسی دوسری نوع کا ہے اس لیے ان کی اصلاح کے لئے نہیں بلکہ واقعی جو اصل حقیقت تک پہونچنا چاہتے ہیں ان کے لیے زمزم اپنی استطاعت بھر کوشاں ہے اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اور سچی راہ پر قائم رکھے۔

قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں احناف کا جو مذہب ہے وہ ایسے ٹھوس حقائق اور کتاب وسنت اور آثار صحابہ وتابعین کی ایسی مضبوط بنیاد پر قائم ہے جس کو کوئی شخص اپنی لن ترانیوں سے اور امام بخاری کا نام لے کر متزلزل نہیں کر سکتا آپ نے چونکہ اپنے خط میں امام بخاری کا نام لیا ہے اور صحیح بخاری میں ان کی جو تحقیق ہے اس کا ذکر کیا ہے اس وجہ سے میں اپنی گفتگو کا آغاز امام بخاری اور ان کی کتاب بخاری شریف ہی سے کرتا ہوں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پوری بخاری شریف میں کہیں نہیں کہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب اور فرض ہے اور نہ اس بات پر کسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور نہ اپنی پوری کتاب میں کوئی بھی ایسی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ صراحت ہو کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ نے اس مسئلہ کے لیے جو باب قائم کیا ہے اس کا عنوان یہ ہے۔

((باب وجوب القرأة للامام والماموم في الصلوة كلها في الحضر

والسفر وما يجهر فيها وما يخافت .

اسکا ترجمہ یہ ہے۔

یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ تمام جہری وسری نمازوں میں حضر اور سفر کی نمازوں میں امام اور مقتدی کے لیے قرآن کا پڑھنا واجب ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ حضرت امام بخاری نے نمازوں میں مقتدی کے لیے متعین طور پر فاتحہ کے پڑھنے کو واجب نہیں بتلایا ہے بلکہ مطلق قرآن پڑھنے کو خواہ سورہ فاتحہ ہو یا سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن کا کوئی اور حصہ ہو، اس کو واجب بتلایا ہے اور اس باب کے تحت جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان سے اپنے اسی مقصود پر روشنی ڈالی ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاری نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں پہلی حدیث حضرت جابر بن سمرہ کی ہے جس کا باب سے متعلق حصہ یہ ہے۔

قال شكا اهل الكوفة سعد الى عمر رضى الله عنه فعزله واستعمل عليهم عمارافشكو انه لايحسن يصلى فارسل اليه فقال يا اباسحق ان هؤلاء يز عمون انک لاتحسن تصلى ، قال :اما انا والله نى كنت اصلى بهم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم مااخرم عنهما اصلى صلوةالعشاء فاركدنى دى الاوليين واخف فى الا خرين قال ذالک الظن بک يا ابا اسحق الخ

حضرت بابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد کی شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا اہل کوفہ نے حضرت سعد کی یہ شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز پڑھانا نہیں جانتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت سعد کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بلایا اور ان

سے کہا کہ یہ اہل کوفہ کہتے ہی کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے ہو، تو حضرت سعد نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا ہوں، اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتا، ان کو عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دونوں رکعتوں کو طویل کرتا ہوں اور دوسری دونوں رکعتوں کا ہلکا پڑھاتا ہوں حضرت عمرؓ نے ان کی بات سن کر ان سے فرمایا آپ کے بارے میں ہمارا یہی خیال ہے۔

اس روایت میں آپ غور فرمائیں کہ جو بات صراحت سے اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امام کو عشاء کی نماز میں پہلی دو رکعتوں کو طویل کرنا چاہیے اور دوسری دو رکعتوں کو پہلی والی سے ہلکی پڑھانا چاہیے امام بخاری نے جو لمبا چوڑا باب باندھا ہے اس کا اس حدیث میں کہیں دور دور صراحت سے ذکر تک نہیں ہے، فاتحہ قرأت خلف الامام کا تو اس حدیث میں کوئی نام ونشان ہی نہیں ہے البتہ ضمنی طور پر ضرور یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام کو چار رکعتوں میں قرأت کرنی چاہیے پہلی میں مختصرور دوسری میں ہلکی اور اسی سے امام بخاری کا یہ مقصد پورا ہو رہا ہے کہ امام کو نماز میں قرأت کرنی واجب ہے۔ بہرحال اس حدیث پاک میں سورة فاتحہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس باب کی دوسری حدیث یہ ہے۔

عن عبادہ بن الصامت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب .

یعنی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکی نماز نہیں جو سورة فاتحہ نہ پڑھے یہ ہی وہ حدیث ہے جس سے امام بخاری نے جو باب منعقد کیا ہے اس کے مضمون پر استدلال ہوسکتا ہے مگر ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث قرأت خلف الامام کے ذکر سے بالکل خاموش ہے انشاءاللہ آگے چل کر ہم اس پر تفصیلی

گفتگو کریں گے، پہلے اس باب کی ساری احادیث کو آپ ملاحظہ فرمالیں۔

تیسری حدیث اس باب کے تحت امام بخاری نے یہ ذکر کی ہے۔

عن ابی هريرة ان رسول الله صلی علیه وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلی فسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم فرد فقال ارجع فصل فانک لم تصل :فرجع فصلی کماصلی ، ثم جاء فسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ارجع فصل فانک لم تصل ثلا ثا ،فقال والذی بعثک بالحق مااحسن غیره فعلمنی فقال :اذاقمت الی الصلوة فکبرثم اقرأ ماتیسرک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم ا سجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا وافعل ذالک فی صلوتک کلها .

اس حدیث پاک کا ترجمہ یہ ہے:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے آپ کے پیچھے ایک شخص آیا اس نے آکر نماز پڑھی پھر آنحضور کو سلام کیا آپ نے اس کا جواب دیا اور پھر فرمایا جاؤ دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی ہے اس نے دوبارہ اسی طرح کی نماز پڑھی جیسی پہلی دفعہ پڑھی تھی پھر اس نے آکر سلام کیا آپ نے پھر اس سے فرمایا جاؤ دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی یہ قصہ تین بار پیش آیا تو اس آدمی نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز پڑھنا نہیں جانتا مجھے آپ نماز کی تعلیم فرمایئے ،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جب تم

نماز کے لیے کھڑے ہوتو اللہ اکبر کہوں پھر جو قرآن تمہیں یاد ہے اس کو پڑھو پھر اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے سر اٹھا کر اس طرح کھڑے ہو کہ تمہارے اعضاء برابر ہو جائیں، پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر اطمینان سے بیٹھو اور پوری نماز اسی طرح اطمینان سے پڑھو۔

آپ اس ترجمہ میں غور فرمائیں کیا اس سے قرأت خلف الامام کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے یہ حدیث تو فی الاصل یہ بتلا رہی ہے کہ آدمی کو سکون واطمینان سے نماز پڑھنی چاہیے نماز پڑھنے کی کیفیت اٹھ بیٹھ کی نہ ہونی چاہیے اور دوسری بات جو اس حدیث سے بالکل ظاہر طور پر ثابت ہو رہی ہے وہ یہ کہ مصلی کو سورہ فاتحہ پڑھنی ہی واجب نہیں بلکہ قرآن کا جو حصہ بھی پڑھ لیا جائے گا اس سے نماز کی فرضیت ادا ہو جائے گی یعنی نماز میں مطلق قرأت کا وجوب ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ امام بخاری نے باب باندھا ہے نہ کہ مقتدی کے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

اس مسئلہ کا تو اس حدیث پاک میں کہیں دور دور تک ذکر بھی نہیں ہے۔

امام بخاری نے مذکورہ بالا باب کے تحت یہی تین حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں سے دو کا سرے سے اصل مسئلہ قرأت خلف الامام سے کوئی تعلق نہیں ہے البتہ ایک حدیث جو اس باب کی دوسری حدیث ہے اسی کو لے کر غیر مقلدین اچھل کود مچائے رہتے ہیں اس لیے اس پر کچھ تفصیل سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔

تو عرض ہے کہ اگر اس حدیث پاک سے امام کے پیچھے مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ صراحت سے ثابت ہوتا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو ضرور ذکر کرتے مگر انہوں نے اپنے باب میں کہیں سورۃ فاتحہ کا نام بھی نہیں لیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ (امام بخاری کو خود قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں اس حدیث سے استدلال کرنے

میں تر دد ہے یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اس حدیث کو نماز میں مطلق قرآن پڑھنے کے وجوب پر استدلال کرنے کے لیے لائے ہیں نہ کہ خاص سورۃ فاتحہ پڑھنے کو مقتدی کی نماز میں وجوب بتلانے کے لئے۔ تعجب ہے کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کوئی یہ ہمت نہ ہو سکی کہ اس حدیث سے قرأت فاتحہ خلف الامام پر استدلال کریں تو غیر مقلدین کو ہمت کیونکر ہوئی؟

جو لوگ اس حدیث سے قرأت خلف الامام پر استدلال کرتے ہیں وہ اپنے اجتہاد سے یہ بتلاتے ہیں کہ لاصلوٰۃ لمن، میں من کلمہ عام ہے جو ہر نمازی کو شامل ہے اس میں مقتدی بھی آ گیا، مطلب یہ ہوا کہ مقتدی پر بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی واجب ہے بلا اس کے اسکی نماز نہ ہوگی مگر یہ حدیث کی ان کی اپنی تشریح ہے نہ اس حدیث میں مقتدی کا ذکر ہے اور نہ امام کا نہ منفرد کا، اس وجہ سے اس حدیث میں مقتدی کو شامل کرنا محض اجتہادی بات ہوگی حدیث میں اس کی قطعاً صراحت نہیں، اور اپنا مطلب حاصل کرنے سے پہلے ان کو ایک سخت مرحلہ طے کرنا ہوگا کلمہ من عربی ہر جگہ عموم کے لیے ہوتا ہے، خصوص میں اس کا استعمال عربی زبان میں نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں اگر وہ بھی یہ فرمائیں کہ اس حدیث سے مقتدی پر بھی فاتحہ کا [illegible]ب ثابت ہوتا ہے تو ہمیں ان کی بات تسلیم کرنے میں بہت تر دد ہوگا اس لیے کہ ان کا بھی کہنا ان کا اجتہاد ہوگا، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہ صحابی ہیں نہ تابعی ہیں نہ تبع تابعی ان کا زمانہ صحابہ کرامؓ کے بہت بعد کا ہے حضرت امام بخاری نے نہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی نہ کسی صحابی کے پیچھے اور نہ کسی تابعی کے پیچھے وہ قرون مشہود لہا بالخیر کے آدمی نہیں ہیں اس لیے ہمیں امام بخاری سے نظر ہٹا کر یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرام جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے

جنہوں نے حضور سے نماز کو سیکھا تھا۔ جن کو حضور کی معیت وصحبت حاصل رہی ہے وہ اس حدیث **لا صلوٰۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب** کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں وہ جو مطلب بیان کرینگے وہ ہی صحیح ہوگا، اور وہی راجح ہوگا۔ امام بخاری یا کوئی دوسر محدث ان کے خلاف اس حدیث کا مطلب بیان کرتا ہے وہ مرجوح ہوگا اور صحابی کے مطلب کے مقابلہ میں وہ قابل رد ہوگا تو سنیئے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر بن عبداللہ نے اس حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ پیش خدمت ہے حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع ترمذی میں فرماتے ہیں۔

اما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفا تحہ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القراٰن فلم یصل الا ان یکون وراء الا مام قال احمدبن حبنل فھذا رجل من اصحا ب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاویل قول النبی ﷺ لا صلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ لکتا ب ھذا اذا کان وحدہ ،

ترجمہ یعنی حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان **لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحہ الکتاب** کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس شخص کے لیے جو تنہا نماز پڑھنے والا ہو ، اور حضرت امام احمد نے اس بارے میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے حضرت جابر فرماتے ہیں جو شخص ایک رکعت بھی پڑھے اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس نے نماز نہیں پڑھی۔ الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، حضرت امام احمد نے کہا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں

انہوں نے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحہ الکتاب کا یہ مطلب بتلایا ہے کہ یہ حدیث تنہا شخص کے لیے ہے امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے لیے نہیں۔

آپ امام ترمذی رحمتہ اللہ کے اس پورے کلام میں غور فرمائیں کہ انہوں نے کتنی وضاحت سے حضرت جابرؓ کا یہ فرمان نقل کیا کہ **لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** کا تعلق مقتدی سے ہے ہی نہیں اس حدیث کا تعلق تنہا نماز پڑھنے والے سے ہے اور اس سے ہے جو امام کے پیچھے نہ ہو اب اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت امام بخاری نے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحہ الکتاب کا یہی مطلب سمجھا ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی پر بھی واجب ہے (اگر چہ بخاری شریف میں امام بخاری نے اس کیطرف اشارہ تک نہیں کیا جیسا کہ اس کو بیان کیا جا چکا ہے) تو بھی حضرت امام بخاری کے مقابلہ میں حضرت جابر بن عبداللہ صحابی رسول کی بات زیادہ وزن دار اور زیادہ قابل قبول ہوگی۔

اس لیے کہ حضرت امام بخاری کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے یا کسی صحابی کے پیچھے نماز پڑھی ہے انہوں نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ نماز کو سیکھا ہے نہ کسی صحابی کے پیچھے نماز پڑھ کر دور صحابہ کی نماز کا براہ راست مطالعہ کیا ہے، اس لیے انہوں نے لاصلوٰۃ والی حدیث اگر یہی مطلب سمجھا ہے کہ اس کا تعلق مقتدی سے ہے تو یہ ان کی اپنی فہم اور اپنا اجتہاد ہے جب کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پاک کا جو مطلب بیان کیا ہے اس کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے تو انہوں نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مشاہدہ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے انہوں نے نماز پڑھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر انہوں نے نماز سیکھی ہے ان کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قتدا میں کسی طرح نماز پڑھ تھے تھے ان وجوہ کی بنا پر ہر صاحب عقل کا فیصلہ یہی ہوگا کہ کسی اور محدث کے مقابلہ میں

حضرت جابر نے حدیث پاک لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ زیادہ قابل قبول ہے اور اس کی روشنی میں وہ مقتدی کے لیے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کو جائز نہیں رکھے گا جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور بعض دیگر ائمہ مثلاً حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر صحابی رسول کی روشنی میں مقتدی کے لیے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔ ہے

حضرت جابر بن عبداللہ کا امام ترمذی نے لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ کے بارے میں جو فرمان نقل کیا ہے اس کی سند بالکل صحیح ہے خود امام ترمذی اس اثر کو نقل کر کے فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح یعنی حضرت جابر بن عبداللہ والی یہ حدیث حسن صحیح ہے یعنی بالکل کھری سند سے حضرت جابر کا یہ اثر ثابت ہے اس لیے کوئی ضدی اور متعصب اس کو ضعیف کہہ کر رد نہیں کر سکتا۔

حاصل یہ کہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب والی حدیث پر حنفیہ کا بھی عمل ہے، انہوں نے اس کو رد نہیں کیا بلکہ سر آنکھوں پر رکھا ہے البتہ انہوں نے اس کا مطلب وہ سمجھا ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے سمجھا جا رہا تھا، انہوں نے امام بخاری کی یا کسی اور محدث کی اس بارے میں پیروی واقتداء نہیں کی ہے اب اگر اس کے بعد بھی اگر کوئی یہی رٹ لگائے رہتا ہے کہ احناف لاصلوٰۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب والی حدیث پر عمل نہیں کرتے تو اس کی عقل پر ماتم کے سوا کچھ اور نہیں کیا جا سکتا بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر احناف لاصلوٰۃ والی حدیث پر صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ کی تفسیر وایضاح کی روشنی میں عمل کریں تو قابل ملامت قرار پائیں اور ان پر جھوٹا الزام لگایا جائے کہ انہوں نے اس حدیث پاک کو چھوڑ دیا ہے اور اگر غیر مقلدین کسی محدث یا امام بخاری کے اجتہاد واستنباط کی روشنی میں اس حدیث پر عمل کریں تو ان کی تعریف ہو اور

حدیث پر عمل کرنے والے قرار پائیں مالکم کیف تحکمون ۔

حضرت جابر بن عبداللہ نے اس حدیث پاک کا جو مطلب بیان کیا ہے کہ اسکا تعلق مقتدی سے نہیں ہے اس کی تائید اجلائے صحابہ کرام اور بہت سے ارشادات نبویہ علی صاحبہا والسلام سے بھی ہوتی ہے مثلا امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت زید بن ثابت کا یہ اثر نقل کیا ہے۔

قال عطا سالت زید بن ثابت عن القراۃ مع الامام فقال لا قرۃ مع الامام فی شئی ،

یعنی حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں سوال کیا تو حضرت زید نے فتویٰ دیا کہ امام کے ساتھ کچھ نہیں پڑھنا ہے۔

حضرت زید بن ثابت کی علمی وفقہی جلالت شان سے کون واقف نہیں ہے ان کا شمار اجلائے فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو کچھ نہیں پڑھنا ہے اور یہی فتویٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی ہے امام بیہقی نے حضرت ابووائل سے نقل کیا ہے۔

ان رجلا سأل ابن مسعود عن القراۃ خلف الامام فقال انصت فان فی الصلوۃ شغلا وسیکیفک ذالک الامام .

یعنی ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے قرأت خلف الامام کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فتویٰ دیا امام کے پیچھے تم خاموش رہو نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اور تمہارے لیے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے مقام ارفع سے کون ناواقف ہے ان

کے نزدیک بھی لاصلوٰۃ لمن لم یقرء کا وہ مطلب نہیں ہے جس کو لے کر غیر مقلدین سر اٹھائے رہتے ہیں ان کا فتویٰ بھی حضرت جابر بن عبداللہ کی تائید ہی میں ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظ فرمایا،

ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ جن کی تحقیقات پر غیر مقلدین کو بڑا ناز رہتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید کا فتویٰ نقل کر کے فرماتے ہیں:

وابن مسعو دوزید بن ثا بت هما فقيها اهل المدينة واهل الكوفة من الصحابة وفي كلا مهما تنبيه على ان المانع انصاته لقرأة الامام

(فتاویٰ ابن تیمیه ج ۲۳ ص ۲۷۵)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت ان صحابہ کرام میں سے ہیں کہ ان میں کا ایک اہل مدینہ کا فقیہ ہے اور ایک اہل کوفہ کا، ان دونوں کے کلام میں یہ تنبیہ ہے کہ قرأت نہ کرنے کی وجہ اور اس سے مانع یہ ہے کہ امام کی قرأت کو سننا اور خاموش رہنا مقتدی کا وظیفہ ہے، اور جو فتویٰ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا ہے وہی

حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ فتویٰ بھی بتلا رہا ہے کہ صحابہ کرام میں عام طور پر قرأت خلف الامام پر عمل نہیں تھا صحابہ کرام کا عام معمول یہی تھا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے اور لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا مطلب عام طور پر صحابہ کرام یہی سمجھتے تھے کہ اس کا تعلق منفرد سے ہے مقتدی سے نہیں اور صحابہ کرام کا یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور ارشادات اور آپ کی رہنمائی کی روشنی میں تھا یہ مسئلہ کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے کہ صحابہ کرام کے یہ فتاویٰ ان کے اجتہادات اور رائے پر مبنی ہوں، نماز تو دن رات میں کم از کم ہر صحابی پانچ مرتبہ با جماعت پڑھتا ہی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے پیچھے صحابہ کرام نماز پڑھا کرتے تھے اور مقتدی ہو اور وہ کیسے پڑھا کرتے تھے صحابہ کرام کے ان فتووں کی روشنی میں خوب اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین بلکہ بعد کے زمانہ میں بھی عام مسلمانوں کے نماز پڑھنے کا یہی طریقہ تھا وہ مقتدی ہوتے تو امام کے پیچھے وہ کچھ پڑھتے نہیں تھے خصوصا جہری نمازوں میں ابن تیمیہ کی اس پر یہ شہادت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔

ومعلوم ان النهی عن القرأ خلف الامام فی الجهر متواتر من الصحابة والتابعين ومن بعدهم

(فتاویٰ ج ۲۳ ص ۲۷)

یہ بات معلوم ہے کہ حالت جہر میں قرأت خلف الامام سے منع کرنا۔ صحابہ، تابعین اور بعد کے لوگو سے متواتر ثابت ہے۔ سری نماز کا کیا حکم ہے ؟

افسوس نماز کا جو مسئلہ بقول ابن تیمیہ صحابہ کرام تابعین عظام اور ان کے بعد کے ادوار کے لوگوں سے بطور تواتر ثابت ہے غیر مقلدین اس کا انکار کرتے ہیں اور دوسروں پر طعنہ کستے ہیں اور جو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس کی نماز باطل قرار دیتے ہیں

اور لا صلوۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا وہ مطلب بیان کرتے ہیں جوان صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے کسی نے نہیں سمجھا۔ جھوٹ 6

حضرات صحابہ کرام کا کوئی عمل جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اپنی رائے سے نہیں ہوسکتا اس کی بنیاد کتاب وسنت پر ہوتی ہے حضرت جابر حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت زید بن ثابت حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ فتویٰ کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنی ممنوع ہے اور لا صلوۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور نص قرآنی پر مبنی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں مسلم شریف میں حضرت ابوموسی اشعری کی یہ روایت ہے۔

قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اقيموا صفوفكم ثم ليئوم احدكم فاذا كبر فكبروا اذاقرافانصتوا الخ

یعنی حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہمیں نماز کا طریقہ بتلایا اور ہمیں نماز سکھلائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو نماز میں صفیں سیدھی رکھو پھر تم میں کوئی امامت کرے اور جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

اس کی سند حضرت امام مسلم کے یہاں یہ ہے حدثنا اسحق بن ابراہیم اخبرنا جریر عن سلیمان التیمی عن قتادہ اس میں کا کوئی راوی ایسا نہیں ہے جس پر کچھ کلام کیا جاسکے، حضرت امام مسلم کا اس روایت کو ذکر کرنا خود اس کے صحیح ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے اس روایت میں جس میں بطور خاص نماز ہی کے مسئلوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی اور نماز کی سنت بیان فرمائی اس میں صاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے اذا قرء فانصتوا ؛امام

جب قرأت کرے تم خاموش رہو یہ روایت قرأت خلف امام کے بارے میں بلکل واضح اور صریح ہے، اس میں کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں ایسی صریح اور صحیح روایت کو چھوڑ کر لا صلوۃ لمن لم یقرأوالی حدیث کی من مانی تاویل کر کے مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ پڑھنے کو واجب بتلانا بڑی عجیب بات ہے۔

بالکل اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی ابن ماجہ اور حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں بھی ہے ابن ماجہ میں اس روایت کے جو الفاظ ہیں اس کا ابتدائی حصہ ناظرین ملاحظ فرمائیں۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم فاذاکبر فکبر واذا قرا فانصتوا الخ

یعنی ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام کو اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

یہ حدیث پاک بھی وضاحت سے قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر روشنی ڈال رہی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو خاموش رہنے کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور امام کی اقتداء یہی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھے جیسا کہ حدیث کا پہلا جملہ بتلا رہا ہے۔

یہ حدیث بھی بالکل صحیح ہے خود امام مسلم نے اس حدیث کی صحت کی شہادت دی ہے ایک محدث ابو بکر بن اخت ابی النصر نے حضرت امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو حضرت امام مسلم نے فرمایا ھوعندی صحیح کہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

جب خود حضرت ابو یرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمارہے ہیں کہ

مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ حضرت ابوھریرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک کی مخالفت کریں گے اور امام قرأت کرے گا اور وہ بھی امام کے پیچھے پڑھیں گے ہم تو حضرت ابوھریرہ کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ابن تیمیہ نے اس بات پر کہ مقتدی کو امام کے پیچھے جب امام قرأت کرے تو کچھ پڑھنا نہیں چاہیے بلکہ خاموش رہنا چاہیے حضرت جابر کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس کو ابن ماجہ اور بعض دوسرے محدثین نے بھی ذکر کیا ہے ابن ماجہ میں ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ہے۔

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كا
ن له امام فقراة الا مام له قرأة

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مصلی کا امام ہو اور نماز پڑھ رہا ہو تو امام کا پڑھنا ہی مقتدی کے لیے کافی ہے (امام کے پیچھے مقتدی کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے)

یہ حدیث بھی مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں فیصلہ کن ہے کہ مقتدی کا فریضہ امام کی قرأت سننا ہے نہ کہ امام کے پیچھے کچھ پڑھنا ہے اور یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

ابن تیمیہ نے اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے اور وقت حاضر کے سلیفوں کے امام محمد ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے اس حدیث کی روشنی میں اور مضمون کی دوسری احادیث کی روشنی میں البانی کا بھی یہی مذھب ہے کہ امام جب قرأت کرے تو مقتدی کو خاموش رہنا واجب ہے اس حدیث کے بارے میں البانی فرماتے ہیں:

ابن ابی شیبه والدا ر قطنی وابن ماجه والطحا وی واحمد
من طرق کثیرة مسندة ومر سلة وقواه شیخ الا السلام

ابن تیمیہ کما فی الفروع لا بن عبدالھادی وصحح بعض طرقة البوصیری

(صفۃ الصلوٰۃ ص ۷۰)

یعنی اس حدیث کو ابن ابی شیبہ دراقطنی ابن ماجہ طحاوی اور حضرت امام احمد بن حنبل بہت سی مسند سے مرسل سندوں سے اور ذکر کیا ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جیسا کہ عبدالہادی کی فروع میں ہے اس حدیث کو قوی قرار دیا ہے اور امام بوصیری نے اس کی بعض سندوں کو صحیح کہا ہے۔

غرض اس حدیث کا انکار کرنا حقیقت کا منہ چڑھانا ہے اس حدیث کا مضمون یہی بتلا رہا ہے کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر بن عبداللہ نے بیان کیا ہے وہی مطلب صحیح ہے یعنی لاصلوٰۃ والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں اور کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف صاف اس سے نہی آئی ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں زید بن اسلم سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن القرأة خلف الامام

ج ا ص ۱۳۹)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے منع فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین قرأت خلف الامام سے منع فرماتے تھے موسیٰ بن عقبہ سے زید بن اسلم نقل کرتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر وعمر وعثمان کانوا ینھون عن القرأة خلف الامام

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے اور حضرت علی فرمایا کرتے تھے من قرأۃ خلف الامام

فلا صلوٰۃ لہ (ایضا) ؎

یعنی جو امام کے پیچھے قرأت کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی، اور حضرت علی کا بھی یہی ارشاد تھا کہ من قرا مع الا مام فلیس علی الفطرۃ یعنی امام کے ساتھ پڑھے گا وہ فطرت پر نہیں ہے یعنی وہ دین کی صحیح راہ پر نہیں ہے۔

غرض لا صلوٰۃ والی حدیث کو تمام مقتدی اور تمام مصلی کے لیے عام کر دینا جیسا کہ بعض محدثین نے اپنے اجتہاد سے یہی مطلب سمجھا ہے ان ارشادات نبوی اور ان آثار صحابہ کی روشنی میں درست نہیں ہے۔

پھر لا صلوۃ لمن لم یقرأ والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے سے نہیں ہے بلکہ یہ حدیث منفرد کے حق میں ہے تو اس کی تائید جس طرح ارشادات نبویہ سے ہوتی ہے اور دوسرے صحابہ کرام کے اثار اور فتویٰ سے ہوتی ہے خود قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے سورہ اعراف میں ارشاد ربانی ہے۔

واذا قرء القرآن فاستمعوله وانصتوا لعلکم ترحمون

یعنی جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیت پاک بھی قرأت خلف الامام کے بارے میں نص قطعی ہے جب امام قرأت کرے تو مقتدی کا فریضہ کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا ہے۔

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کیا کچھ کہا ہے بطور اختصار اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اور ابن تیمیہ کے ساتھ غیر مقلدین کو جو تعلق خاص ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے ہم اس آیت کے بارے میں ابن تیمیہ ہی کا کلام اپنے ناظرین کے سامنے پیش

کرتے ہیں ابن تیمیہ فرماتے ہیں؛

وقد استفاض عن السلف انها نزلت فی القرأة فی الصلوٰة

ج ۲۲ ص ۲۶۹)

یعنی سلف سے یہ بات بطور شہرت سے منقول ہے کہ یہ آیت نماز میں قرآن پڑھنے کے بارے میں اتری ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

فتبین ان الا ستما ع الی قراۃ القرآن امر دل علیه القرآن دلا لة قا طعة

(فتاوی ج ۲۲ ص ۲۷۴)

یعنی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا وہ بات ہے جس پر قرآن کی قطعی دلیل قائم ہے۔

اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فـان الا نصات الی قرأۃ القاری من تمام الا تمام به فان من قرأعلی قوم لا یستمعون لقرأته لم یکو ن مو تمین وهذا مما یبین حکمة سقو ط القراۃ علی الما موم

(فتاویٰ ج ۲۲ ص ۲۷۲)

یعنی امام کی قرأت کو خاموشی سے کان لگا کر سننے ہی سے امام کی پوری اقتداء ہوگی اسلئے کہ امام کی قرأت خاموشی سے سنتے نہیں ہیں اور پڑھتے رہتے ہیں وہ امام کی اقتداء کرنے والے ہوتے ہی نہیں اور اس سے مقتدی سے قرأت کے ساقط ہونے کی حکمت کا پتہ چلتا ہے آپ دیکھ رہے ہیں ابن تیمیہ اس آیت کریمہ کو اس بارے میں نص سمجھتے ہیں کہ مقتدی کا فریضہ امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا ہے اور خاموش رہنا ہے ابن تیمیہ احادیث کی

روشنی میں فیصلہ فرماتے ہیں کہ جو امام کی قرأت کے وقت خاموش نہ رہے وہ امام کی پوری اقتداء کرنے والا نہ ہوگا اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام کو اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور آپ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اس لیے امام کی صحیح اقتداء حدیث پاک کی روشنی میں یہی ہوگی کہ امام جب قرأت کرے تو خاموش رہو اور اس بات کی تاکید قرآن پاک بھی کر رہا ہے حاصل یہ ہے **لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ** والی حدیث کا جو مطلب حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کیا ہے کہ اس کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے

جمعہ تو درست ہے:

اس کی تائید قرآن پاک سے بھی ہو رہی ہے جب کہ لوگوں کے پاس جو نماز میں مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنے کا واجب قرار دیتے ہیں اور لاصلوٰۃ والی حدیث کو مقتدی اور منفرد جہری اور ساری نمازوں کے لیے عام کرتے ہیں ان کے اس عمل کی گواہی قران نہیں دیتا اور لاصلوٰۃ والی حدیث بھی ان کا مقصود بغیر اپنے اجتہاد یا رائے کو دخل دیتے ہوئے حاصل نہیں ہوتا۔

اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں جو لوگ مقتدی سے قرأت کی نفی کرتے ہیں ان لوگوں کے پاس جن میں احناف بھی ہیں کتنے ٹھوس اور مضبوط دلائل ہیں۔

(۱) ان کا عمل حضرت عبادہ والی حدیث پر بھی ہے، مگر حضرت جابر رضی اللہ تعالی کے ایضاح اور تفسیر کی روشنی میں۔

(۲) ان کا عمل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر بھی ہے جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت موسی اشعری اور ابن ماجہ میں

حضرت جابر سے مروی ہے۔

(۳) ان کا عمل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کی قرأت مقتدی کی بھی قرأت ہے(۱)

واسقط عن الماموم سجود السهو بصحة صلاة الامام وخلوها من السهو وقرأة الفاتحة لتحمل الامام لها فهو يتحمل عن الماموم وسهو وقرأته وسترته فقرأة الامام وسترته قراة لمن خلفه وسترته (كتاب الروح ص ۲۲۲)

(۴) ان کا عمل حضرت زید بن ثابت کے اس فتویٰ پر بھی ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کچھ پڑھنا نہیں جیسا کہ مسلم شریف میں مذکور ہے۔

(۵) ان کا عمل حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس فتویٰ پر بھی ہے کہ نماز میں مشغولیت ہوتی ہے تم مقتدی ہوکر خاموش رہو، امام کا پڑھنا تمہارے لیے کافی ہوگا۔

(۶) ان کا عمل خلفائے راشدین کے ارشادات کی روشنی میں بھی ہے کہ وہ قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے۔

(۷) اور پھر سب سے بڑی اور آخری بات یہ ہے کہ انکا عمل قرآن مجید کی روشنی میں

---

(۱) غیر مقلدین کے دو بڑے امام ہیں ایک تو حافظ ابن تیمیہ اور دوسرے ان کے شاگرد حافظ ابن قیم ابن تیمہ کے بارے میں تو ناظرین نے معلوم کرلیا کہ ان کا مذہب خاص طور پر جہری نماز میں مقتدی کو کچھ نہ پڑھنے کا ہے ابن قیم کا بھی مذہب معلوم کرلیں وہ کتاب الروح میں فرماتے ہیں، بقیہ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ مقتدی سے سجدہ سہو ساقط ہے اگر امام کی نماز صحیح ہے اور اسکوئی سہولاحق نہ ہو اور اسی طرح مقتدی سے سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی ساقط ہے اس لئے امام اس کی طرف سے اسکو پڑھتا ہے پس امام ہی مقتدی کے سہو کہ کفایت کرتا ہے اور اس کی قرات کی بھی اور اس کے سترہ کی بھی پس امام کی قرات اور اسکا سترہ مقتدی کی بھی

اوراس کی ہدایت کے مطابق ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور تم خاموشی سے سنتے رہو جس مذہب کی بنیاد ٹھوس اور کتاب وسنت اور آثار صحابہ کی ایسی مضبوط بنیاد پر ہے اس کے بارے میں یہ مخالفین نعرہ بلند کرتے ہیں کہ لوگ کتاب وسنت کے مخالف ہیں اس صریح جھوٹ اور باطل پروپیگنڈہ کے بارے میں سوائے اس کے اور کیا عرض کیا جا سکتا ہے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجبی ست

خود ان حضرات کا عمل ملاحظہ فرمائیے تو اس مسئلہ میں قرآن وحدیث اور آثار صحابہ سب کو چھوڑنے والے ہیں مگر اس کے باوجود ہی پکے اہلحدیث اور سلفی ہیں۔

قرات اور اسکا سترہ ہے ابن قیم نے تو سورۃ فاتحہ کا نام لیکر معاملہ کو بالکل صاف کر دیا ہے،

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آپ کے خط کا جواب اختصار کی انتہائی کوشش کے باجود کچھ طویل ہو کر پورا ہو گیا، مگر چونکہ یہ مسئلہ غیر مقلدین کے نزدیک احناف کے خلاف خاص پروپیگنڈائی ہتھیار ہے اور وہ امام بخاری کی حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ سے ناواقفوں کو دھوکا دیتے ہیں اس وجہ سے بخاری شریف کی اس حدیث کے بارے میں ایک بات اور صورت حال سے واقف کرانے کے لیے عرض کرنی ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یا جن محدثین نے حضرت عبادہ کی اس حدیث کو صرف اتنا نقل کیا ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب انہوں نے پوری حدیث نہیں نقل کی ہے۔

اگر یہ حضرات پوری حدیث نقل کر دیتے تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا اور

حدیث کا مطلب واضح ہو جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق کسی طرح سے بھی مقتدی سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق امام اور تنہا نماز پڑھنے والوں سے ہے پوری حدیث مسلم ابوداؤد اور نسائی میں ہے نسائی کی حدیث ملاحظہ ہو۔

اخبرنا سوید بن نصر قال اخبر نا عبدالله معمر عن الز هری عن محمود بن الربیع عن عبادہ بن الصامت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحه الکتاب فصاعداً

امام نسائی فرماتے ہیں کہ جو مجھے سوید بن نصر نے خبر دی ہے انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن مبارک نے خبر دی ہے عبداللہ بن مبارک معمر سے روایت کرتے ہیں اور وہ زہری سے زہری محمود بن ربیع سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کہ نماز نہیں ہے جو سورۃ فاتحہ اور کچھ مزید نہ پڑھے اس حدیث میں خط کشیدہ لفظ کو امام بخاری اور بعض دوسرے محدثین نے ذکر نہیں کیا اور یہیں سے معاملہ الجھ گیا خط کشیدہ لفظ فصاعداً جس کا ترجمہ '' کچھ مزید ہے''۔ اس کو ملا کر پوری حدیث نگاہ کے سامنے ہو تو پھر اس حدیث کا تعلق ان لوگوں کے نزدیک بھی مقتدی سے نہیں ہوگا جو قرأت خلف الامام کے قائل ہیں، اس لیے کہ ان کے نزدیک صرف سورہ فاتحہ مقتدی کو پڑھنی ضروری ہے فصاعدا یعنی کچھ اور نہیں۔

حضرت امام مسلم نے بھی اس لفظ کی طرف توجہ دلائی وہ فرماتے ہیں۔

حدثناہ اسحق بن ابراھیم وعبد بن حمید قالا اخبر نا عبدالرزاق قال اخبر نا معمر عن الزھری بھذا الاسناد مثله وزاد فصاعداً

یعنی حضرت عبادہ بن صامت والی حدیث جو معمر کے طریق سے ہے اس میں

فصاعدا کا بھی لفظ ہے۔

حضرت امام مسلم کا اس روایت کو معمر کے طریق سے فصاعدا کی زیادتی کے ساتھ ذکر کرنا اس کے صحیح ہونے کی سند ہے اور یہی حدیث ابوداؤد میں حضرت سفیان بن عیینہ ل ء طریق سے ہے ابن عیینہ بھی اس کو فصاعداً کی زبادتی ہے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ابن عیینہ صاف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے والوں سے متعلق ہے ابن عیینہ جو خود زبردست محدث ہیں اور اس حدیث کے روای بھی ہیں اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیث کا راوی حدیث کی مراد کو دوسروں سے زیادہ سمجھتا ہے تو جب ابن عیینہ جو اس حدیث کے خود راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ھذا المصلی وحدہ یہ تنہا نماز پڑھنے والوں کے لیے ہے تو پھر کسی اور کو کیا حق ہے کہ وہ اس حدیث کو مقتدی کے لیے بھی کہے؟

بہر حال جب پوری حدیث فصاعدا کی زیادتی کے ساتھ ہے اور صحیح سند سے اس کا ثبوت ہے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحہ الکتاب والی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے، اور جن لوگوں نے امام کے پیچھے قرأت کو منع کیا ہے ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حدیث ہے انہوں نے اس حدیث کو چھوڑا نہیں ہے، اس پر عمل کیا ہے البتہ اس کا مصداق منفرد اور امام کو بتلایا ہے مقتدی کو نہیں۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ پوری حدیث پر عمل کریں ان کو حدیث کا مخالف کہا جائے اور جو لوگ اس کے صرف ایک جزء پر توجہ دیں وہ پورے اہل حدیث کہلائیں میں نے اپنی اس تحریر میں مخالفین کے دلائل سے تعرض نہیں کیا ہے اس لیے پھر بات بہت طویل ہو جاتی ہے اور ایک پورے رسالہ کی تصنیف کی ضرورت ہوتی ہے، ہمیں تو یہاں صرف یہ دکھلانا تھا کہ قرأت خلف الامام کے بارے میں احناف کا جو مسلک ہے اس

کی بنیاد کتاب وسنت کی مضبوط بنیاد پر ہے اور امام بخاری نے جو لاصلوٰۃ والی روایت ذکر کی ہے وہ مقتدی کے حق میں نہیں اور الحمد اللہ یہ مقصد کسی حد تک پورا ہو گیا ہے۔ محمد ابو بکر غازی پوری

مولانا محمد ابو بکر غازی پوری کی تازہ تصنیف عربی صور تنطق بما علیہ اللا مذھبیہ من المذہب والعقیدۃ۔ غیر مقلدین کے عقیدہ و مذہب جاننے کے لیے ایک دستاویزی کتاب بہترین کتابت وطباعت قیمت صرف ۲۰۰ روپے اہل علم و مدارس کے طلبہ کے لیے پچاس فی صد کی رعایت ڈاک خرچ بذمہ خریدار

آئینہ غیر مقلدیت کا تازہ ایڈیشن:

مولانا محمد ابو بکر غازیپوری صاحب کی مشہور و زلزلہ افگن عربی کتاب وقفۃ مع الا مذھبیۃ کا سلیس اردو ترجمہ آئینہ غیر مقلدیت کے نام سے بہت مشہور ہوا اس کا تازہ دوسرا ایڈیشن شاندار ٹائیٹل بہترین کاغذ وطباعت کے کیساتھ شائع ہو چکا ہے۔

قیمت ۷۰ روپے صرف